شوکت صدیقی کے ناولوں میں طنزیہ کردار

عصمت زہرہ
پی ایچ ڈی اسکالر (اردو)
ادارہ زبان و ادبیات اردو، جامعہ پنجاب لاہور

SATIRICAL CHARATCETRISATION
IN SHAUKAT SIDDIQUI'S NOVELS

Ismat Zehra
PhD Scholar (Urdu)
IULL, Punjab University Oriental College, Lahore

Abstract

Shaukat Siddiqui is mainly remembered for his realist approach in Urdu literature. Interestingly, his writings are also full of satires. He mocks at the defects, demerits, evils and frivolities of the society. The satirical characters in his novels are the true representatives of injustice and cruelty in the society. These satirical characters are mostly top-notch officers, feudal lords, high rank officials and political authorities who hold the sway over the poor. They use public for their nefarious designs and worldly gains. They do not even hesitate to push them to further oppression even to death. They usurp public properties, treat them inhumanly and enforce them to remain their lifelong slaves. The article focuses satirical characterization in Shaukat Siddiqui's novels.

Keywords:

ناول، طنزیہ کردار، اردو، ادب، شوکت صدیقی، احمد جاوید، نیاز جعفری، خدا کی بستی

اردو ادب کے درخشندہ ستاروں میں ایک نام شوکت صدیقی (۲۰۰۶۔۱۹۲۳ء) کا ہے۔ فکشن کی دنیا میں انھوں نے افسانے اور ناول سے شہرت حاصل کی۔ ان کے ناول ''خدا کی بستی'' کو زیادہ پذیرائی ملی۔ ناقدین کے ہاں ان کا تعارف ترقی پسند اور حقیقت نگار کا ملتا ہے۔ مگر اس سے اہم نکتہ سماجی طنز اور مزاح کو ایک ہی چیز سمجھا جاتا رہا۔ یا پھر ہم طنز اور مزاح کے ساتھ کے قائل رہے۔ یعنی عمومی رائے یہ ہے کہ طنز اور مزاح ایک ساتھ اپنا وجود رکھتے ہیں۔ حال آں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ طنز اور مزاح الگ الگ بھی اپنا مقام رکھتے ہیں۔ طنز نگار کسی برائی، خامی یا خرابی کو نشانہ بناتا ہے اور اس کے لہجے میں ایک نفرت اور کاٹ کا پہلو ہوتا ہے۔ جس کا مقصد اس برائی سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح طنز کے پیچھے خیر کا پہلو کارفرما ہوتا ہے۔ طنز نگار دراصل جس چیز سے نفرت کرتا ہے اور اسے بدلنے کی خواہش رکھتا ہے اور قاری کی توجہ اس خرابی کی طرف دلا کر اسے بھی اپنا ہم خیال بنا لیتا ہے اور اسے آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس برائی کا جڑ سے خاتمہ کرے۔

Encyclopedia Americana میں طنز کی تعریف یہ ہے:

> ''طنز ایک ادبی اسلوب ہے جس میں کسی فرد، بنی نوع انسان یا مکتبہ فکر کی کم زوریوں، برائیوں اور بداخلاقیوں کو اصلاح کے خیال سے تضحیک اور تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔''(۱)

شوکت صدیقی کے ہاں ہمیں طنز کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ اُن کے ناولوں میں جو کہانیاں، کردار اور ماحول پیش کیا گیا ہے وہ طنز کی عمدہ مثال ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ طنز کا بہتر اظہار مزاح کی صورت میں ہے تاکہ مزاح کے انداز میں جو طنز ہو وہ قاری کو برا بھی نہ لگے اور ناپسندیدگی کا رویہ بھی پیدا ہو جائے۔ شوکت صدیقی کے ہاں طنز کا کام یاب اظہار ملتا ہے۔ ان کے ناولوں کی کہانیاں ہمارے معاشرے سے لی گئی ہیں اور معاشرے کے ان مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے جو طنز کی آماج گاہ ہیں۔ شوکت صدیقی نے ان مسائل کو صرف بیان نہیں کیا بل کہ ان کے بارے میں گہری ناپسندیدگی کا جذبہ ابھارا ہے اس لیے ہم انھیں سماجی طنز نگار کہہ سکتے ہیں۔

شوکت صدیقی کے ناولوں کے کردار طنزیہ کردار ہیں۔ نیاز، جعفری، خان بہادر فرزند علی، حضور بیگم، رانی حیدر گڑھ، آغا جانی، قیصر مرزا، لالی، رحیم داد اور جانگلوس میں طنزیہ کرداروں کا ایک بے کراں سمندر جمع ہے۔ ناول نگار نے طنزیہ واقعات کو طنزیہ کرداروں کے ذریعے واضح کیا ہے۔

یہ طنزیہ کردار سیاست دان، جاگیردار، وڈیرے یا اعلیٰ افسروں کے روپ میں بیان ہوئے ہیں۔ اس مراعات یافتہ طبقے کے ہاں نچلے طبقے کے بارے میں جو نامناسب رویہ اور ناپسندیدہ جذبات ملتے ہیں، ان کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ بڑے لوگ غریبوں کا استحصال کرتے ہیں ان کو معذور و مجبور بنا دیتے ہیں کہ وہ کبھی سر اٹھا کر چل نہ سکیں۔ ہمیشہ مالی تنگ دستی کا شکار رہیں۔ ناول نگار نے یہ طنزیہ انداز اپنا کر دعوتِ فکر دی ہے کہ آئندہ سماج میں کوئی ایسا کردار سر نہ اٹھائے اور اگر نظر آئے بھی تو لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے نفرت کا جذبہ ابھرے۔

خدا کی بستی کا نیاز ایک کباڑیا ہے۔ لوگوں سے پرانا مال اونے پونے لے کر سیٹھ بن بیٹھتا ہے اور کاروبار میں اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ چیزوں کے ساتھ انسانوں کا کاروبار بھی کرنے لگتا ہے۔ نوشا کی ماں سے نکاح اس کے بیمے کے لالچ میں کرتا ہے۔ اس کو زہر کے ٹیکے لگواتا ہے اور سلطانہ کا مالک بن بیٹھتا ہے۔ اس طرح پورے خاندان کو تباہ کر دیتا ہے۔

خان بہادر فرزند علی ایک روایتی سیاست دان ہے جو اپنی سیاسی کام یابی کی خاطر عوام کے لیے بنائے گئے فلاحی مرکز کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیتا ہے۔ پہلے فلک پیما کے کارکنوں کو خریدنے کی کوشش کرتا ہے، ان کو کاروباری نوعیت کے مشورے دیتا ہے جب وہ قابو میں نہیں آتے تو خیراتی ہسپتال کی جگہ راتوں رات مسجد بنوا دیتا ہے اور فلک پیما کی عمارت کو آگ لگوا دیتا ہے جس میں قیمتی کتب خانہ، دفتر اور دیگر اہم ریکارڈ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ خاں بہادر فرزند علی یہ سب کرنے کے بعد بھی معاشرے میں مہذب زندگی گزارتا ہے، الیکشن میں کام یاب ہوتا ہے، خود کو نیک اور حاجی ظاہر کرتا ہے، اس کے بچے بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کے برعکس غریب دو وقت کی روٹی، بیماری میں علاج اور بنیادی ضروریات کے لیے ترس ترس کے مر جاتے ہیں۔ جعفری ایسا کردار ہے جو اپنے ماتحت سلمان سے ماتحت ہونے کا بدلہ لیتا ہے اور ایک ہنستے بستے گھر کر تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ سلمان کی بیوی کو جعفری ترقی کا زینہ بناتا ہے اور سلمان ملازمت اور گھر کے سکون سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

احمد جاوید ''خدا کی بستی'' کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> ''پاکستان اپنے قیام کے ساتھ ہی آدرشوں کی شکست و ریخت کا شکار ہو گیا تھا۔ سیاسی بداعمالیوں اور ہمہ گیر سماجی بے انصافی نے جو گل کھلائے انھیں شوکت صدیقی نے بڑے دکھ سے دیکھا اور پوری حقیقت پسندی کے ساتھ بیان کر دیا۔''(۲)

شوکت صدیقی کے ہاں جو طنزیہ کردار ملتے ہیں ان کی نوعیت مختلف ہے۔ چار دیواری کا کردار حضور بیگم زمانہ قدیم کی توہم پرستی پر طنز ہے۔ بزرگوں کے اس رویے پر طنز ہے کہ وہ ہر واقعے کو کسی پرانے واقعے سے منسوب کر کے مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو حالات اور وقت کے ساتھ خود کو نہیں بدلتے۔ اس طرح زمانے کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتے ہیں اور اپنے لیے مسائل کھڑے کر لیتے ہیں۔

قیصر مرزا عہد جدید کا وہ کردار ہے جو قدامت پسند لوگوں کا فائدہ اٹھاتا ہے، انھیں بے وقوف بناتا ہے۔ طلعت آرا کے روپ میں ناول نگار نے لکھنؤ میں جہالت پر طنز کیا ہے کہ جدید دور سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ کس قدر نقصان میں تھے۔ رانی حیدر گڑھ کو جدید تعلیم سے آراستہ دکھایا گیا ہے لیکن وہ بھی ہوشیاری سے کام لیتی ہے اور قیصر مرزا جیسے شاطر لوگوں کو بے وقوف بناتی ہے۔

آغا جانی کاہل اور آرام پرست لوگوں پر طنز ہے جو بیٹھے بٹھائے امیر ہونے کے خواب دیکھتے ہیں، اس کے لیے غلط حربے استعمال کرتے ہیں اور بالآخر ناکام ہوتے ہیں۔ آغا جانی ایک بزرگ کے کہنے پر خزینے کی تلاش میں لگ جاتا ہے، اس کے لیے رقم بھی خرچ کرتا ہے۔ قیصر مرزا کو ساتھ ملاتا ہے اور اس بزرگ کی ہر بات مانتا ہے حتیٰ کہ ایک بچے کی زندگی بھی ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ بزرگ اسے کہتا ہے کہ اگر تم ایک بچہ صدقہ کرو تو تمھیں اس کوٹھی سے خزینہ ملے گا اور یہ تمھارے چلہ کا حصہ ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ بالآخر آغا جانی، قیصر مرزا کی رقم صندوق سے چوری کرتا ہے اور جوتوں کی دکان کھول لیتا ہے اس طرح وہ اپنا پیٹ پالتا ہے اور اس فریب سے جان چھڑاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور کردار نواب کا ہے جو اپنی عیش و عشرت میں خاندانی جائداد ختم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اپنا گھر بھی حلوائی کو مٹھائیوں کے عوض دے دیتا ہے اور تہی دست رہ جاتا ہے۔ ناول نگار نے ان خاندانی ہیئتوں پر طنز کیا ہے جو عیش و عشرت کے عادی ہیں اور اس عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر محنت مزدوری اور ماما گری تک نوبت آن پہنچی۔

چار دیواری کے بارے میں ستار طاہر لکھتے ہیں:

> ''جب یہ ناول ختم ہوتا ہے تو ہمیں اس بڑی حقیقت کا ادراک حاصل ہوتا ہے کہ پرانے نظام کے بطن سے نئی دنیا جنم لے رہی ہے۔''(۳)

شوکت صدیقی کے ہاں ایسے کردار ملتے ہیں جو سماج میں برائی، زیادتی اور مسائل کا موجب بنتے

ہیں ان کے ظلم وزیادتی کا نشانہ عوام بنتی ہے۔ جس سے ایک طرف عوام کا استحصال ہوتا ہے، ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور دوسری طرف عوام میں سے جرائم پیشہ افراد جنم لیتے ہیں۔ راجہ، نوشا، انو، پوکر اور کئی دوسرے کردار اس بات کا ثبوت ہیں کہ معاشرے میں جب ان کو کوئی پہچان نہیں ملتی تو وہ مجرمانہ یا انتقامی کارروائیاں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس سے معاشرے میں انتشار اور بد نظمی پھیلتی ہے۔ جانگلوس کا لالی اور رحیم داد اس کی مثال ہیں۔ جب وہ جیل میں کسی ادنی جرم کی پاداش میں جاتے ہیں اور جیل سے نکلنے کے بعد معاشرہ ان کو قبول نہیں کرتا جس کے نتیجے میں وہ گھناؤنے جرائم کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اپنے ایک جرم کو چھپانے کے لیے وہ کئی اور جرائم کرتے ہیں۔ شوکت صدیقی کسی بھی مملکت کے تین ستون گنواتے ہیں۔ مقننہ، انتظامی ادارے اور عدلیہ اگر یہ تینوں اپنے فرائض بہ طریقِ احسن انجام دیں تو ابتری پھیلنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

جانگلوس کا ایک کردار جیل میں طبقاتی تضاد کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

> ''نہ پوچھ جیل میں کیسی زبردست رشوت چلتی ہے آزادی سے چلنے پھرنے تک کے لیے مٹھی گرم کرنی پڑتی ہے پر وڈے لوگاں کے عیش ہوتے ہیں۔ اول تو کوئی ایسا بندہ جیل جاتا نہیں اور جاتا ہے تو سرداری کرتا ہے حکم ماننے کی بجائے الٹا حکم چلاتا ہے۔''(۴)

شوکت صدیقی کے ہاں طبقاتی تضاد کو طنزیہ کرداروں کی مدد سے واضح کیا گیا ہے۔ معاشرے میں جو امیر اور غریب، اعلیٰ، ادنی اور بڑے چھوٹے کا تضاد دیکھنے کو ملتا ہے اس کے محرکات پر ناول نگار نے روشنی ڈالی ہے۔ ان کے ناولوں میں وڈیروں، جاگیرداروں، افسروں کا جو کلچر، سوچ اور روایات دکھائی گئی ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ غریب کوئی وراثت میں غربت لے کر پیدا نہیں ہوتے بل کہ ان کو غربت کے دہانے تک پہنچانے والے امرا ہی ہیں۔ شوکت صدیقی کے ناولوں میں کرداروں کو دو گروہوں میں بانٹا جا سکتا ہے ایک امیر اور مراعات یافتہ، اور دوسرے تنگ دست اور نظر انداز شدہ لوگ۔ ناول نگار نے امیروں کے رویوں پر طنز کیا ہے اور عوام کے دل میں ان کے لیے نفرت کا جذبہ ابھارا ہے۔

جانگلوس میں شاہ جی، احسان شاہ، مراد خان، شاہ زور مزاری، سردار شاہانی، وڈیروں اور جاگیرداروں کے روپ میں طنزیہ کردار ہیں۔ ان کے پاس سینکڑوں ایکٹر زمین ہے اور ان کی ہوس اور لالچ کا یہ عالم ہے کہ آئے روز جائداد بنانے کے لیے نئے ہتھکنڈے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ احسان شاہ ایک بڑا جاگیردار ہے لیکن اس سے برداشت نہیں ہوتا کہ اس کے ارد گرد کوئی اور بڑا زمین دار ہو۔

اس لیے رحیم داد کے قتل کے بعد یہ جائے اس کے کہ زمین اصل ورثا کے حوالے کر دے،اس کی جعلی دستاویزات بنواتا ہے اور قبضہ کر لیتا ہے اور اصل ورثا کو پولیس کے ساتھ ملی بھگت کر کے پاگل خانے میں داخل کرادیتا ہے۔

طنزیہ کرداروں میں جن وڈیروں اور جاگیرداروں کو شوکت صدیقی نے پیش کیا ہے،ان کے رویوں کو کھول کر بیان کیا ہے کہ وہ غریبوں سے کس قدر نفرت کرتے ہیں اور خود کو کوئی اعلیٰ مخلوق سمجھتے ہیں۔ناول میں کئی دل دہلا دینے والے واقعات بیان ہوئے ہیں جہاں غریب کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔سردار شاہانی ایک معروف زمین دار کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے جس کا ایک شوق اعلیٰ نسل کے کتے پالنا ہے۔اس کے پاس نوکروں کی بڑی تعداد ہوتی ہے جو کتوں کی دیکھ بھال کا کام کرتے ہیں۔سردار شاہانی کتوں کے لیے گوشت کا خوراک کے طور پر انتظام کرواتا ہے جب کہ ارد گرد کے غریب،محنت مشقت کے بعد بھی فاقوں کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ایک دن جب کتوں کو گوشت ڈالا جارہا تھا تو ایک نوکر کا کم سن بچہ گوشت کا ٹکڑا اٹھائے سردار شاہانی کو نظر آگیا۔اس نے اس بچے کو کتوں کے آگے ڈال دیا جو اسے لقمۂ اجل بنا گئے باوجود اس کے کہ اس بچے کی ماں سردار شاہانی کے پاؤں پڑتی رہی مگر اس کی ایک نہ سنی گئی۔

جانگلوس میں موضوع بننے والے زمین داروں یا جاگیرداروں کے تین گروہ بنائے جا سکتے ہیں ایک وہ جو انگریزوں کی چاپلوسی کر کے بڑے جاگیردار بن بیٹھے۔اس میں ان کی ذاتی کوشش اور محنت کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔دوسرا گروہ اپنی طاقت اور ظلم کی وجہ سے بڑا جاگیردار بن گیا اور تیسرا گروہ جنھوں نے ہجرت کے بعد ناجائز کلیم منظور کرائے۔ان تینوں گروہوں میں مشترک خصوصت یہ ہے کہ یہ رعایا پر ظلم کرنے میں ماہر ہیں۔دولت کے حصول کے لیے انھیں اپنے رشتہ داروں،دوستوں یا غریب عوام کی لاشوں سے گزرنا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے۔پہلے گروہ میں جن کرداروں کا نام آتا ہے،ان میں میاں سبحان کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک انگریز بر کلے کی تحریر اس کے لیے خوش آئند ثابت ہوئی اور وہ بہت بڑی جاگیر کا مالک بن بیٹھا۔رحمان شاہ کو زمین انگریزوں کے توسط سے ملی مگر اس زمین کا اس قدر ناجائز استعمال کیا جانے لگا کہ وہ اپنے رعایا پر ظلم کی انتہا کرتا۔کسی کو مسجد بھی اس کی مرضی کے بغیر بنانے کی اجازت نہیں تھی۔ایک دفعہ رعایا میں سے کسی نے سکول بنایا تو اس کو بھی کڑی سزائیں دی گئیں۔بڑے جاگیردار یہ نہیں چاہتے کہ ان کی رعایا پڑھ لکھ کر باشعور ہو جائے اور اپنا حق مانگے۔

رعایا کے مسجد بنانے پر رحمان شاہ کے الفاظ:

''میں نوں پتہ ہے حاکم کی اجازت کے بغیر رعایا کو مسجد بنانے کا حکم نہیں۔ رحمان شاہ نے اسے چھ مہینے کی سزا بھی دے دی۔ اس کے مسلح کرندے دکان دار کو پکڑ کر اُسی وقت جیل میں ڈالنے لے گئے۔''(۵)

دوسرے گروہ میں وہ کردار آتے ہیں جنھوں نے ظلم و زیادتی سے زمینیں جائدادیں جمع کیں۔ ان کی ہوس انھیں ایک پل بھی چین نہیں لینے دیتی۔ حیات محمد ان میں سے ایک ہے جو لالچ کی آگ میں جل رہا ہے۔ اسے دولت کی ہوس نے اندھا کر دیا ہے کہ وہ اپنے چچا ریاض محمد کو تہ خانے میں بند کروا دیتا ہے اور مشہور کر دیتا ہے کہ ریاض محمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کے لیے میت کا بھی راتوں رات انتظام کرتا ہے جو کچلی ہونے کی وجہ سے پہچان میں نہیں آتی۔ وہ ریاض محمد کو برسوں قید میں رکھتا ہے اور جب کبھی اس کے راز فاش ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہ واقفِ حال نوکر کو ٹھکانے لگا دیتا ہے۔ حیات محمد ان تمام گھناؤنے جرائم میں ملوث ہے جو بڑے جاگیر داروں کی پہچان ہیں۔ اپنے چچا سے وہ زبردستی جائداد اپنے نام کروانا چاہتا ہے جب کہ اس کا اپنا بیٹا نیاز بیرون ملک موجود ہے۔ حیات محمد اپنی ترقی اور کامیابی کی ہر حد عبور کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ اپنی بیوی کو بھی کئی دفعہ اعلیٰ افسران کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ ایسا ایک طنزیہ کردار شاہ زور مزاری کا ہے جو جائداد کے لالچ میں تین لاشوں سے گزرتا ہے۔ اپنی سوتیلی ماں اور بھائی کو قتل کر دیتا ہے تاکہ جائداد اس کے کام آئے۔

طنزیہ کرداروں کا تیسرا گروہ ہجرت کے بعد بدلتے لوگوں کا ہے۔ ناول نگار نے وہ تمام کردار دکھائے ہیں جن کی ہم دردیاں تقسیم سے پہلے متحدہ ہندوستان کے لیے تھیں اور وہ تقسیم کی علانیہ مخالفت کر رہے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جب ان کو وہاں پناہ نہ ملی تو وہ نام کے ساتھ چہرے بھی بدلنے لگے اور یہ ظاہر کرنے لگے کہ وہ تو قیامِ پاکستان کے حامیوں میں سے تھے اور آزاد ریاست کے قیام کے لیے کوشاں تھے۔ شاہ جی، اسرار احمد اور صغیر احمد ایسے کردار ہیں جو قیامِ پاکستان سے قبل تقسیم مخالف سرگرمیوں میں ملوث تھے مگر پاکستان بنتے ہی پاکستان بننے کے حامی بن بیٹھے۔

اس حوالے سے طنزیہ کرداروں میں ایک گروہ ایسا ہے جنھوں نے اپنی طاقت اور چالاکیوں سے جائدادیں اپنے نام کرا لیں۔ اس میں حق داروں کا حق مارا گیا۔ وہ لوگ جو حقیقی مالک تھے وہ جھونپڑیوں میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ جعلی کلیم منظور کرانے کے لیے رشوت، چاپلوسی اور سفارش کے

ہتھکنڈوں سے واقف لوگ راتوں رات امیر ہو گئے۔ ناول میں ایک واقعہ درج ہے جہاں محمد لطیف کو آزاد ریاست میں سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی تو وہ مرگھٹ میں پناہ لیتا ہے۔ وہاں اور بھی بہت سے لوگ رہ رہے ہوتے ہیں جن کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ تھوڑے ہی دن میں ایک وکیل مرگھٹ کی زمین اپنے نام الاٹ کرا لیتا ہے اور اس کے پلاٹ بنا کر فروخت کر کے لاکھوں کماتا ہے۔

شوکت صدیقی نے طنزیہ کرداروں کی مدد سے معاشرے میں ہونے والی ناانصافیوں کی نشان دہی کی ہے۔ وڈیروں کے بیان میں بہت سے ایسے واقعات نقل کیے گئے ہیں جہاں ظلم و زیادتی کے بازار گرم کیے جاتے ہیں اور متاثرین کی کوئی داد رسی یا خیر خواہی کرنے والا نہیں ہوتا حتیٰ کہ انتظامی ادارے اور محافظ ادارے بھی بک جاتے ہیں اور نقصان صرف عوام کا ہوتا ہے۔ مہر سلمان ایک طنزیہ کردار ہے جو شور زدہ زمین کے کئی مربعوں کا مالک ہے۔ اس ویرانے میں جہاں کوئی فصل نہیں اُگتی، وہ ایک بھٹی بنواتا ہے اور مزدوروں سے بغیر اجرت کے کام لیتا ہے۔ ان کو عمر بھر کے لیے غلام بناتا ہے۔ غریبوں کی عورتوں کو اٹھوا کر اپنے پاس رکھتا ہے۔ ایک طنزیہ کردار زمین دار عارف سلدیرا کا ہے جو زبردستی چھوٹے زمین داروں کی زمین اپنے قبضے میں لیتا ہے اور اگر کوئی اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے تو عبرت ناک سزائیں دیتا ہے۔ دلدار جب اپنی زمین اس کے حوالے نہیں کرتا تو وہ اس کے پورے خاندان کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کی بیوی کو کنجری بنا کر گلیوں میں نچواتا ہے۔ اس کے بھائی کا قتل کر کے چوک میں لاش درخت پر لٹکا دیتا ہے۔

جانگلوس میں کچھ ایسے کردار دکھائے گئے ہیں جو مذہب کی آڑ میں مجرم ہیں۔ بہ ظاہر داڑھی، حج اور شرافت کا لبادہ اوڑھ کر پس پردہ بدعنوانی، عصمت دری اور کئی دوسرے جرائم میں ملوث ہوتے ہیں۔ ایک کردار حاجی حبیب کا ہے جو عورتوں کو ان کے گھروں سے اٹھوا کر رکھیل بناتا ہے۔ فیض محمد بہ ظاہر ایک نیک آدمی ہے، اپنی بیٹی کی پارسائی سب کے سامنے بیان کرتا ہے تاکہ وہ اس سے شادی کے لیے رضامند ہو جائے لیکن رات کی تاریکی میں اس کی بیٹی اپنی شرافت سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اس کا باپ دراصل کوئی کاروبار نہیں کرپشن کر رہا ہوتا ہے اور وہ خود کسی اور سے شادی سے قبل تعلقات رکھے ہوئے ہے۔

ناول میں ایسے بہت سے کردار بیان ہوئے ہیں جب اعلیٰ عہدوں تک رسائی ممکن بنانے کے لیے اپنی بیوی بیٹیوں کو اعلیٰ افسروں کی خواب گاہوں میں بھیجا جاتا ہے۔ اس طرح وہ ترقی کی سیڑھی

حیرت انگیز تیزی سے عبور کرنے میں کام یاب ہو جاتے ہیں۔ نواب فخر واپنی خوب صورت بیٹی کو ہر دفعہ افسروں کے کمروں میں بھیج کر جعلی کلیم منظور کراتا ہے۔ بڑی کوٹھی، فیکٹری اور نہ جانے کتنی جائداد کا مالک بن جاتا ہے۔ اس طرح کے کئی اور کردار ہیں جو اپنی نوجوان بیٹیوں اور خوب صورت بیویوں کو افسروں کے حوالے کر کے ترقی کی سیڑھی چڑھتے ہیں۔

جانگلوس کے بارے میں ڈاکٹر میاں مشتاق احمد ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''شوکت صدیقی نے اس ناول میں روایتی تہذیب کے علم برداروں کو آئینہ دکھایا ہے اور بہ قول ساحر کے ''ثنا خوانِ تقدیس مشرق کہاں ہیں؟'' کا سوال اٹھایا ہے یعنی افلاس و محرومی، آداب و اقدار کی قاتل ہوتی ہے۔ بے گار کی حویلیوں میں قید عورتوں کے بطن سے پیدا ہونے بچوں سے نام نہاد ظاہری معیار و اخلاق کی توقع بے معنی ہے۔ مصنف نے ان بگڑے اور جیلوں میں ٹھنسے ہوئے لوگوں کو تہذیب کے ماتھے کا ایسا کلنک قرار دیا ہے جو معاشرے کے مہذب طبقے کی منافقتوں اور سازشوں کی پیداوار ہیں۔''(٦)

شوکت صدیقی نے سماج کے ان مفاد پرستوں پر طنز کیا ہے جو ذاتی مقاصد کے لیے ہوس کی ہر حد عبور کر جاتے ہیں۔ یہ انسانیت سوز واقعات ہمارے سماج سے ہی لیے گئے ہیں اور یہ طنزیہ کردار ہمارے معاشرے کا ہر دور میں حصہ رہے ہیں۔ معاشرتی مسائل میں ان کرداروں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ جابر اور ظالم عناصر کی وجہ سے عوام پس ماندگی کا شکار ہوتے ہیں۔ جہالت اور غربت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ شوکت صدیقی نے اپنے ناولوں میں ان طنزیہ کرداروں کو کام یابی سے بیان کیا ہے۔ ان پر انگلی اٹھائی ہے تاکہ معاشرے کو ان سے نجات حاصل ہو سکے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) Encyclopedia Americana, Vol: 24, Danburg, Grolier in corporated international headquiter, 1987, P: 294

(۲) احمد جاوید، پروفیسر، شوکت صدیقی___ایک مختصر تاثر، مشمولہ: شوکت صدیقی شخصیت اور افکار، مرتبہ: نثار حسین، کراچی: رکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص۱۴۸

(۳) ستار طاہر، چار دیواری، مشمولہ: شوکت صدیقی افکار و شخصیت، مرتبہ: نثار حسین، ص ۲۳۲

(۴) شوکت صدیقی، جانگلوس (جلد اول)، کراچی: رکتاب پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص ۵۵۲

(۵) ایضاً، ص ۴۸۱

(٦) میاں مشتاق، ڈاکٹر، جانگلوس کا تنقیدی مطالعہ، مشمولہ: شوکت صدیقی افکار و شخصیت، مرتبہ: نثار حسین، ص ٦۰

❖❖❖